

عَلَامَةُ ڈاکٹر سار

محمد اقبال

اور
احمد

— — — — —

مولانا حافظ شیر محمد (مبلغ اسلام)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی

۱۷۔ مولانا آزاد روڈ جیکب سڈ کل بمبئی ۱۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال اور احمدیت

دنیا کے اسلام میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ آپ نے اسلام اور بانی اسلام سے جس محبت اور وابہیت کا اظہار کیا ہے اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ آپ کے عشق اسلام اور عظمت کے محرکات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمی زندگی کے اٹھارہ بیس سال کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے۔

انیسویں صدی کا آخری ربع ————— مسلمانان ہند کے اضطراب اور بے بسی سے عبارت تھا۔ مسلمانوں کا سنجیدہ طبقہ اسلام اور اہل اسلام کی زبوں حالی سے بے چین و بے قرار تھا ایک طرف حکومت وقت مسلمانوں سے بدگمان تھی تو دوسری طرف پادری اور آریہ پنڈت اسلام کے خلاف ہرزہ سرائتھے۔

علماء اسلام، گویا، رؤسا اور عوام جماعت اور بے بسی کی وجہ سے منتشر و زبر پڑتھے۔ شمال ہند میں پنجاب پر برطانوی قبضہ کے ابتدا سے ہی ڈاکٹر صاحب کا وطن ماونٹ سیا لکوٹ پادریوں کا مضبوط گڑھ بنا ہوا تھا اور خود ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے مشنری اسکول اور کالج میں تعلیم پائی تھی۔ ان دنوں وہ شخص اسلام کی طرف سے پادریوں اور غیر مسلموں سے بُرا آزماتھے۔ ان میں سر سید احمد خاں مرحوم کی زیادہ تر توجہ مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول پر آمادہ کرنے اور ان کی اخلاقی پستی کو دور کرنے پر مرکوز تھی دو سرے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے نہ صرف اپنی غریب و فقیر برکے ذریعہ اسلام کی زبیاں پیش کیں اور عیسائیوں اور آریوں کے اسلام پر اعتراضات کا جواب دیا بلکہ مسلمانوں کے ایک کثیر گروہ کو اسلام کی مدافعت کے لئے تیار کر کے شمالی ہند بالخصوص پنجاب میں پھیلا دیا تاکہ وہ غیر مسلموں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ آپ نے ایک طرف تائید دین میں کیا میں لکھیں تو دوسری طرف

صوبہ بھکر میں گھوم کر اسلام کی صداقت پر تقاریر کیں اور شر و ظلم میں بیش بہا اثر پھیر پھیلایا۔ سیالکوٹ جہاں عیسائیت کی تبلیغ کا گڑھ تھا وہیں حضرت مرزا صاحب کی تحریک کا بھی خاص زور تھا۔ ڈاکٹر محمد اقبال اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے تھے۔ بالخصوص شہر سیالکوٹ میں آپ کا محلہ اسلامی تحریک کا گڑھ تھا

ڈاکٹر اقبال کے استاد کی حضرت مرزا صاحب کے متعلق تاثرات

اتبالیات کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ آپ کی ذہنی تربیت میں آپ کے استاد شمس العلماء سید میر حسن صاحب مرحوم کا گہرا اثر تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں۔

وہ شمعِ بارگہ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستانِ مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مردت نے نکتہ داں مجھ کو

سید میر حسن صاحب مرحوم اقبال کے اہل محلہ اور استاد ہی نہ تھے بلکہ سیالکوٹ میں اگر وہ ایک طرف سرسید کی تحریک کے ردِ روئے رواں تھے تو دوسری طرف حضرت مرزا صاحب کے مداحوں میں سے تھے۔ یہی وہ محلہ تھا جہاں حضرت مرزا صاحب نے جوانی کے پاکیزہ ایام گزارے تھے اور اپنی نیکی، حمیت دینی اور اخلاقِ حسنہ کے قلوب پر گہرے نقوش چھوڑے تھے چنانچہ سید میر حسن صاحب حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنے تاثرات الفاظِ ذیل میں بیان کرتے ہیں:-

”حضرت مرزا صاحب ^{۱۸۶۲ء} میں بمقرب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام

فرمایا۔“

”چونکہ آپ عزت پسند اور پارہِ پا اور فضول اور لغو سے مجتنب اور مختار تھے۔ اس واسطے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر نصیغ اوقات کا باعث ہوتی ہے، آپ پسند نہیں فرماتے تھے“ (مجدد اعظم جلد اول صفحہ ۱۱)۔
”اب:-“ افسوس ہم نے اُن کی قدر نہ کی۔ اُن کے کالاتِ روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ اُن کی زندگی مولیٰ انسانوں کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں“ (مجدد اعظم جلد دوم صفحہ ۱۲)۔

احمدیت کے ساتھ ابتدائی تعلق حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں

۱۔ ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال کے والد محترم شیخ نور محمد صاحب حضرت مرزا صاحب کے حلقہ عقیدت میں شامل ہو چکے تھے۔

۲۔ آپ کے برادر اکبر محترم شیخ عطاء محمد صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی باقاعدہ بیعت کر لی ہوئی تھی۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں۔

۳۔ ۱۸۹۲ء میں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ تشریف لائے اور حکیم حمام الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ نے حکیم حمام الدین والی مسجد میں ظہر کی نماز کے بعد تقریر کی تو ڈاکٹر سر محمد اقبال مشہور شاعر اس زمانہ میں میرے ہم جماعت تھے۔ یہ مسجد کی درپردہ مٹی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے ”دیکھو شیخ پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں۔“ ان دنوں انھیں حضرت اقدس سے بہت ارادت تھی چنانچہ شہر سیالکوٹ کے ایک شاعر نے جو ”جلوہ“ تخلص کرتا تھا جب ایک نظم حضرت اقدس کی ہجو میں لکھی تو ڈاکٹر اقبال نے اس کا جواب نظم ہی میں لکھا، اور اس میں حضرت اقدس کی بڑی قریف کی۔ (مجدد اعظم جلد اول صفحہ ۳۳۳)

۴۔ انہی دنوں سعد اللہ لدھیانوی نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف ایک دشنام آمیز نظم لکھی تو ڈاکٹر محمد اقبال کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور اس کے جواب میں ایک طویل نظم بعنوان ”جیہا نہ تھی جیہا نہ تھی“ لکھی جس کے چند اشعار بدیہ ناظرین ہیں۔

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی	خوب ہوگی بہتروں میں تہ ردانی آپ کی
آفتاب صدق کی گرمی سے گھبراؤ نہیں	حضرت شیطان کریں گے شائبانی آپ کی
بات رہ جاتی ہے دنیا میں نہیں رہتا ہے وقت	آپ کو نادم کرے گی بد زبانی آپ کی
قوم عیسائی کے بھائی بن گئے پگڑی بدل	واہ کیا اسلام پر ہے مہربانی آپ کی

(اراقم شیخ محمد اقبال ایف اے اسکالرشن اسکول سیالکوٹ) نیز (حق نامہ ص ۱۰)

۵۔ ڈاکٹر صاحب کی عقیدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۷ء میں آپ نے حضرت مرزا

صاحب کی بیعت باقاعدہ کر لی جس کی شہادت ٹیئر ٹریبیونل کے سامنے ۱۹۵۳ء میں مولوی غلام محمد علی نے
خاں قصوری سابق جنرل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے بدیں الفاظ دی۔

”سر محمد اقبال صاحب نے بھی پانچ سال بعد ۱۹۶۷ء میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کر لی تھی
درود نامہ ذیل وقت پاکستان ۱۵ نومبر ۱۹۵۳ء“

۱۶۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے ۱۹۷۷ء میں ایک مضمون بزبان انگریزی مشہور صوفی مجدد المکریم
جیلانی کے متعلق شائع کیا اور ان کی کتاب ”الانسان الکامل“ سے نظریہ توحید پیش کرتے ہوئے مسلمانوں
کی تلاش میں دوسرے علم کو ختم کیا اور صوفی صاحب موصوف کی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

”یہ فی الفور واضح ہو جائے گا کہ مصنف نے ۱۹۷۷ء کی جدیدیات کی باریک دیکھ کو طرح نمایاں پیرس سے
پیش ہی بیان کر دیا اور کس طرح اُس نے ۱۹۷۷ء کے نظریہ پر زور دیا ہے اور یہ نظریہ کیا ہے جو دقیق نگاہی

منکرین کو ہمیشہ مرغوب رہا ہے۔ حال ہی میں اسی نظریہ کو دوبارہ پیش کرنے والے مرزا غلام احمد رضا
قادیانی ہیں جو غالباً موجودہ ہندو مسلمانوں میں سب سے زیادہ گہری نظر رکھنے والے دینی عالم ہیں۔“

در بارہ انٹرنیشنل کوریج جلد ۲۹ ستمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۳۹۔ یہ مضمون صفحہ ۲۳۷ سے ۲۴۷ تک ہے

۱۷۔ ۱۹۷۳ء میں حضرت مرزا صاحب سائلکوٹ تشریف لے آئے تو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے
جناب سر میاں فضل حسین صاحب کی بیعت میں آپ سے ملاقات کی۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد علی
امیر جماعت احمدیہ لاہور کے سامنے شہادت دی کہ حضرت مرزا صاحب اپنے زمانے والوں کو
ہرگز کافر نہیں کہتے تھے جیسا کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے فرمایا۔

انصوحہ۔ بانی تحریک احمدیت سے گفتگو کے دوران میں میاں سر فضل حسین صاحب نے سوال کیا
کہ آپ ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لاتے کافر سمجھتے ہیں۔ تو مرزا صاحب فی الفور بول اٹھے
ہرگز نہیں۔ (سر محمد اقبال کا بیان دوبارہ اہل قادیان از مولانا محمد علی صاحب)

بے۔ حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب مزید فرماتے ہیں۔

”اب یہ شہادت انہوں نے تحریری طور پر بھی ادا کر دی ہے اور میں اس بحث کے ذیل
میں ادا کی ہے یعنی ۲۵ جنوری ۱۹۷۳ء کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام چٹھی لکھی ہے
جس میں تسلیم کیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ لفظ ان کے سامنے فرمائے تھے۔“ (اراکین انجمن حمایت اسلام

کے استفسارات اور ان کے جوابات (پیغام صلح ۳، فروری ۱۹۵۷ء)

حضرت مولانا نور الدین کا زمانہ

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مزید تعلیم کے لئے یورپ چلے گئے جب واپس لوٹے تو حضرت مرزا صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین کی قیادت میں قادیان ٹھیٹھ اسلامی سیرت کامرکز بن چکا تھا۔

۸۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو تعلیم دلانے کے لئے ”تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں داخل کرایا۔

۹۔ حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی کا زمانہ تھا جب علامہ محمد اقبال علی گڑھ میں مدرسہ میں لکچر دیتے ہیں جس میں جماعت احمدیہ کو دنیا میں اس طرح روشناس کراتے ہیں۔

”جماعت مسلمین کا زندہ رکن بننے کے لئے انسان کو مذہب اسلام پر بلا شرط ایمان لانے کے علاوہ اسلامی تہذیب کے رنگ میں اپنے تئیں پوری طرح رنگنا چاہیے۔ ”سبغۃ اللہ“ کے اس ختم میں غوطہ لگانے کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان دورنگی چھوڑ کر ایک رنگ ہو جائیں۔ ان کا ذہنی منظر ایک ہو۔ وہ منظر ہر آنریشن پر ایک خاص پہلو سے نظر ڈالیں۔ اشیاء کی ماہیت اور قدر و قیمت کو اس انداز نگاہ کے ساتھ جانیں جو جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں کا ماہمہ الایمان ہے۔۔۔۔ ہندوستان

میں جب ہم اسلامی جماعت کے ارتقا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں تیمور اسلوب اول کا منظر نظر آتا ہے۔ بار اسلوب اول و دوم کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے جہاں غیر اسلوب ثانی کے سانچے میں خصوصیت کے ساتھ ڈھلا ہوا ہے اور عالمگیر جس کی زندگی اور کارنامے میری دامت میں ہندوستان کی اسلامی قومیت کی نشوونما کا نقطہ آغاز ہیں اسلوب ثالث کا چہرہ کش ہے۔۔۔۔ میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ

اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔۔۔۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔ ”حکمت ہینا پر ایک عمرانی نظر“

تقریر بمقام اشتریحی ہال، ایم۔ اے۔ اوکائی علی گڑھ۔
آئینہ ادب، انارکلی، لاہور پاکستان
۱۹۸۰ء ص ۸۱ تا ۸۲

ان خیالات کا اظہار جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اُن وقت کیا جب حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وفات پانے والے تھے سال گذر چکے تھے اور حضرت اقدس کا جو ہی دعویٰ تھا وہ جناب ڈاکٹر صاحب کے سامنے تھا اس دعویٰ میں تو اب حضرت مرزا صاحب کوئی رد و بدل نہیں کر سکتے تھے۔ ۲۸ مئی ۱۹۸۰ء کے بعد حضرت مرزا صاحب نے دوبارہ زندہ ہو کر کوئی نیا دعویٰ تو کیا نہیں جو جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کو اپنی یہ رائے بدلتی پڑی۔ اگر مسئلہ تک حضرت مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ میں جماعت احمدیہ میں کوئی نئی نبوت یا تکفیر المسیہ کا چرچا ہوتا تو علامہ ضا علی گڑھ والوں کو اپنے لکچر میں یہ مشورہ ہرگز نہ دیتے کہ ”اسلامی سیرت کا مکتبہ نمونہ دیکھنا ہو تو تادیان میں سے گھا“ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال خود اس نمونہ سے شدت سے متاثر تھے اور علامہ انہی ڈاکٹر صاحب کے اس بیان پر علی گڑھ میں بھی کوئی اضطراب نہیں ہوا بلکہ تمام حاضرین جلسہ نے آپ کے اس بیان کو بڑی دلچسپی اور اطمینان سے سنا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں بالعموم تحریک احمدیت کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان یڈ رائج کل اس قسم کی رائے کا اظہار کرے تو معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا جائے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت پر سے طور پر ختم ہو چکی تھی۔ اور قبولیت عامہ کا شاندار دور دراز افروز نری بر تھا۔

مخالفت کا پہلا دور

اس قبولیت عامہ میں پہلی رزک اس وقت پیدا ہوئی جب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ نادیا نے اپریل ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون بعنوان ”مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے“ شائع کیا جناب میاں صاحب نے اس مضمون میں بانی سلسلہ احمدیہ کے قطعی ارشادات اور جماعت احمدیہ کے متفقہ مسلک کے خلاف دنیا کے جہان کے مسلمانوں کو جو مامور زمانہ اور مجدد و مجدد چہار و ہم کی

بیعت میں داخل نہیں تھے کافر قرار دیا یا اس بیان پر جماعت احمدیہ اور عامۃ المسلمین میں کچھ اضطراب نمودار ہوا لیکن جلد ہی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اشتہار "غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق میرا مذہب" مطبوعہ ۱۸ اراگت ۱۹۱۸ء نے جو حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین کے اس ارشاد سے مزین تھا شائع ہوا کہ "مجھے پسند ہے شائع کر دیں" اور ساتھ ہی حضرت مولانا نور الدین صاحب نے یہ بھی کہہ دیا کہ "مسئلہ کفر و اسلام کو ہمارے میاں نے بھی نہیں سمجھا۔ ان امور نے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا اسی لئے تو ابھی تک ڈاکٹر سر محمد اقبال کا جماعت احمدیہ کے ساتھ قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ ہر قسم کے شرعی مسائل کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہوتا تو ابھی قاریان میں حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین صاحب کی طرف ہی رجوع کرتے۔ مثال کے طور پر چنانچہ واقعہ ہی پر گفتگو کرتا ہوں جس کا ذکر مولانا عبد المجید صاحب سالک نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

۱۰۔ آخر علامہ اس بیگم کو لانے کے لئے تیار ہو گئے انہیں شبہ تھا کہ وہ چونکہ طلاق دینے کا ارادہ کر چکے تھے اس لئے مبادا شرعاً طلاق ہی ہو چکی ہو۔ انہوں نے مرزا جلال الدین کو مولوی حکیم نور الدین کے پاس قاریان بھیجا کہ مسئلہ پر چھ آؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی لیکن آپ کے دل میں اگر کوئی شبہ اور دوسو سو تودو بارہ نکاح کر لیجئے چنانچہ ایک مولوی صاحب کو طلب کر کے ان کا نکاح اسی قانون سے دوبارہ پڑھوایا گیا۔ اور علامہ اس کو ساتھ لیکر سیالکوٹ پہنچے یہاں واقعہ کا واقعہ ہے (ذکر انہیں)

روم اور جلسہ مسلمانان لاہور۔ بر قبول اسلام لارڈ میڈلے بالقابہ

بموجب اعلان مشہورہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو بوقت ۳ بجے مسلمانان لاہور کا ایک جلسہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ وقت مقررہ سے پہلے ہی برادران اسلام جوق درجوق آئے شریعت ہو گئے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئے تک مسجد احمدیہ اور اس کا محققہ پنڈال حاضرین کی کثرت سے بھر گیا۔ علاوہ ہر طبقہ کے مسلمانوں کے دیگر مذاہب کے پیرو بھی خاصی تعداد میں موجود تھے جناب خاں صاحب شیخ خیر الدین صاحب پشتر د سٹرکٹ ٹریفک پرنسپلڈنٹ محکمہ ریوے جو قومی کاموں میں ہمیشہ دلچسپی لیا کرتے تھے صدر جلسہ منتخب ہوئے۔ سب سے اول جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی جس کے بعد صوفی غلام محمد صاحب نے نہایت

خوش الحان سے حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کی نعتیہ نظمیں پڑھیں بعد ازاں جناب ڈاکٹر مسید محمد حسین شاہ صاحب نے نہایت جوش صداقت سے بھری بولی تقریر قریباً ایک گھنٹہ تک فرمائی۔ آپ کے بعد جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے جن کا دل قومی درد سے بھرا ہوا تھا ایک نہایت بزمغز اور معنی خیز تقریر اشاعت اسلام پر فرمائی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ

”اسلام پر تلوار کے ذریعے اشاعت کا الزام بالکل بے بنیاد ثابت ہوتا ہے جب ہم دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالیں مثال کے طور پر آپ نے ہندوستان کو لیا اور فرمایا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جنگاں میں مسلمانوں کی مستقل اور دیر پا حکومت کبھی قائم نہیں رہی۔ مگر وہاں مسلمانوں کی آبادی بہ نسبت دیگر صوبہ جات زیادہ ہے، اسی طرح ریاستہائے بنگال میں اسلام ایک مسلمان قیدی کے ذریعے پہلے عیسائی قیدیوں میں پھیلا پھر دیگر ملک کے حصوں میں۔ اسی طرح جاوا میں اسلام اس وقت پھیلا جب کہ ایشیا میں مسلمانوں کا پولٹیکل زوال زور پر تھا۔ پھر موجودہ حالت کے بارے میں بیان کیا کہ ”اس وقت مسلمانوں کا پولٹیکل زوال چورا ہو گیا ہے مگر ترقی اسلام کا یہ حال ہے کہ جزیرہ مدغاسکر میں پادریوں نے ایک کانفرنس کر کے یہ ریزولوشن پاس کیا کہ چونکہ اس جزیرہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی گورنمنٹ فرانس کے لئے خطرناک ہے اس لئے گورنمنٹ کو اسلام کی ترقی روکنے کے لئے تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ یہی حال افریقہ میں ہو رہا ہے جہاں اسلام بڑے زور سے پھیل رہا ہے حالانکہ مسلمانوں کا پولٹیکل اقتدار ان ممالک میں خاک برکھ نہیں بلکہ صرف انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے مسلمانوں کے زوال کا بڑا باعث اشاعت اسلام کے کام میں غفلت ہے اور شکر ہے کہ اس مرض کو جس شخص نے سب سے اول پہچانا وہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہیں جنہوں نے ہر قسم کے دنیاوی مفاد قربان کر کے یہ عظیم الشان کام اپنے ذمے لیا اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی داسے دسے ہر قسم کی امداد میں پہلو تہی نہ کریں اور اس نیک کام میں احمدیت و غیر احمدیت کے سوال کو نہ آنے دیں کیونکہ ہمارا خدا ہمارا رسول ہمارا کتاب ایک ہی ہے۔“

غرض آپ کی تقریر ہر پہلو سے قابل داد تھی اور اول سے آخر تک ہمدردی اسلام سے رنگی ہوئی تھی بعد ازاں مندرجہ ذیل ریزولوشن اتفاق رائے سے پاس ہوئے۔۔۔۔۔

ریزولوشن : جس کے محرک جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال تھے۔

مسلمانانِ لاہور کی طرف سے جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈسے صاحب بالقاب کی خدمت میں ان کے مشرف بہ اسلام ہونے پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب قہیم مسجد و درگاہ انگلینڈ کی معرفت مبارکباد کا تار دیا جائے۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پر و پرائمر انگلش ویر ہوس لاہور اور جناب شیخ عبدالغنی صاحب ایم اے پر و فیصلہ اسلامیہ کالج لاہور کی نمائند اور سب حاضرین کی اتفاق رائے سے یہ ریزولوشن منظور ہوا۔

۱۲ جناب محمد سلیم خاں صاحب رئیس ڈیڑی منسلک ذیل ریزولوشن پیش کیا۔ یہ جلسہ خیال کرتا ہے کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے اسلامی مشن کے لئے جمیع مسلمانان ہندوستان میں چندہ کی تحریک کی جائے اور چندہ وصول کرنے کے لئے ایک ٹرسٹ میں مجلس اہیان بنائی جائے جن کے ممبر احمدی و دیگر مسلمان اصحاب سے ہوں اور یہ جناب خواجہ صاحب کی معرفت خیر ہو۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اور عبدالحمید صاحب ایم اے کی نمائند اور جلسہ حاضرین کی اتفاق رائے سے پاس ہوا۔

۱۳ جناب صدر جلسہ کی تجویز اور حاضرین کی اتفاق رائے سے منسلک ذیل اصحاب اس ٹرسٹ یعنی مجلس اہیان کے اتفاق رائے حاضرین سے ممبر تجویز ہوئے۔

۱۴ جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ ڈی۔ بیرسٹریٹ لا۔

۱۵ جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب ای اے سی ممبر لوٹنل آف ریزرو ہندو

۱۶ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پر و پرائمر انگلش ویر ہاؤس لاہور۔

۱۷ جناب جناب محمد سلیم خاں صاحب رئیس ڈیڑی علاقہ سرحد

۱۸ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس لاہور

۱۹ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس لاہور

۲۰ جناب میاں چراغ الدین صاحب رئیس گورنمنٹ ہنسز لاہور

اس مجلس کے ہائٹ سکریٹریاں جناب شیخ رحمت اللہ صاحب و ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ خاں قرار دئے جائیں۔ جلسہ کے خاتمہ پر دعا کی گئی۔

(سبقت روزہ پیغام صلح لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء)

منہ زوی یادداشت و فکر یہ اندستہ شب جو درست جن مجلس ایمان کا جلسہ بعد از شہین
محمد اقبال پر شراہٹ مابوا۔ اس میں پیسہ کیا گیا کہ چند دہندگان کو ترسٹ کی طرف سے بائنا
تجس بولی رسیدات چندہ کی وصولی پر فخر پارنا کر دی جائیں گی، درمصل انہرست چندہ دینا
کی ماہ بادی اخبار پیام صلح و زمینہ میں شائع ہوا کرے گی، درمختہ حدود و شہر و دیہات میں
بھی شائع ہوا کریں گے۔ اہمیت روزہ اخبار پیام صلح م۔ سب سے اہم

رپورٹ بلاوغریبہ اشاعت اسلام ٹرسٹ

یہ ٹرسٹ ۲۲ نومبر ۱۹۸۷ء کو جناب غوجا کال، اسلام آباد میں شری کے انگلستان میں
شاحیت اسلام کے مشن کی مانت سے متا احمدیہ بلڈ بنک، موریا، جناب لارڈ میڈرے، انڈیا کے
مشرن بہ اعلیٰ سوسے کی تشریب کے عنیم اشان جلسہ کے موقع پر بعض احباب کی تحریک سے قائم
ہو۔ ور جناب ذیل اس ٹرسٹ کے رہیں مجوز ہوئے۔

- ۱۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد قبال صاحب ایم۔ اے پی۔ اے اپنی ڈی پے سٹریٹ، لاہور۔
۲۔ خان بہادر مرزا مسکات احمد صاحب ای۔ اے سی ممبر کونسل ریجنی، بازار پور۔
۳۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پیر و پڑسرا انگلش ویراڈس لاہور۔
۴۔ جناب ڈاکٹر محمد سلیم خاں صاحب رئیس قری علیا قہ سرحد۔
۵۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ایم۔ اے ای۔ ایم۔ ایس سینٹ مسیحی، لاہور۔
۶۔ جناب میاں چراغ الدین صاحب ڈورنٹ جینرل لائبر۔
۷۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بی۔ اے ایم۔ اے ای۔ ایم۔ ایس سینٹ مسیحی، لاہور۔

زیر نظر

- جناب مولوی محمد علی صاحب دہلوی، ایل بی ٹی، ریویو آف ریجنل لائبریری

مقام انگریز کے موقع پر جناب مولانا ابو سکرمہ صاحب آزاد کی تحریک سے خواجہ کمال الدین صاحب کی اشاعت، سلام کے نشن سے سنا یک ہیست بڑا جو اس منقذہ مواہج میں مختلف نشانیوں میں اور قبلہ احباب جلسہ نے اس تحریک میں کبریاں لکھیں اور بزرگان ذیل مزید مہر ان ٹرسٹ قرار پائے۔

۱۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد۔

۲۔ مولانا مولوی عبدالقادر صاحب ازبھائی

۳۔ جناب وزیریل خواجہ غلام ثقلین صاحب ۴۔ جناب نور علی صاحب زادہ اشفاق محمد صاحب

۵۔ جناب مولوی علی احمد صاحب ۶۔ جناب تاجی کبریاں محمد صاحب

۷۔ جناب شریعت علی صاحب ۸۔ جناب غلام ملک محمد علی صاحب

۹۔ جناب سید مشیر الحق صاحب ۱۰۔ جناب ملک خلیفہ محمد صاحب

۱۱۔ جناب مولانا حکیم حاجی حافظ مولوی نور الدین صاحب

۱۲۔ مولانا مولوی شبلی صاحب غازی

۱۳۔ جناب وقار ملک حاجی مولوی مشتاق حسین صاحب بہادر

۱۴۔ مولوی شمس الدین کو شامیت اسلام ٹرسٹ اور غریبہ کا جلسہ بندہ رت ڈاکٹر شیخ محمد قاسم

صاحب ایہ اسے پیر شریعت لا منقذہ مواہج میں جنہات ذیل حائضہ تھے

۱۵۔ جناب حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم بی ۱۶۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد قاسم صاحب ایم بی بی

۱۷۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ۱۸۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب

۱۹۔ مولوی غلام محمد لدین صاحب قسری ۲۰۔ خاکسار سکریٹری

اور پورے ان اخبار پیغام نبی و جہان نشہ

تو دیاں ہیں نالیانہ عقائد کا اشرار ڈاکٹر اقبال کی ہزار کی ابتدا

ایسے علی درجہ کی تفاق اور رات کی نشانیں تبیغ، سلاطین کا کام جہاں ہی تھا کہ تیسرے دست

مولانا نور الدین صاحب کا انتقال ہو گیا اور میاں محمود احمد صاحب خواب تک حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وجہ سے دیے ہوئے کتبے ان کی وفات کے بعد اب انہوں نے اپنے غایبہ مقتدرات کی باقیہ شدہ اشاعت شروع کر دی اور باقاعدہ کسٹم کما اعلان کیا کہ حضرت مرزا صاحب کی افواج نبی ہیں، درجہ جو شخص آپ کو نہ مانے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس اعلان کے بعد تمام موئے ہوئے کتبے پھر جاگ اٹھے اور روز افزوں کو قبولیت کے برعکس فزوں سے فزوں تر منافرت کی طوفان خیز لہریں ابھرنے لگیں۔ وہی لوگ جو جماعت احمدیہ کے علم کلام اور اشاعت اسلام کی تعریف میں رطب اللسان تھے اب جماعت کے مقتدرات اور اس کے مزاج کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے اور دائرہ محمد اقبال نے بھی جھینٹ بٹھڑا کر جماعت احمدیہ میں اسلام کی سیرت کا ٹھیکہ نوٹہ نظر آتا تھا اب انہیں محتاط احتیاط میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی آئے کہ قابلِ مرجس کا انکا مسلم نام کفر ہو وہ خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اگر نادانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (المنشئ ۱۱ اپریل ۱۹۱۶ء)

یہ بیان اس لئے محتاط الفاظ میں دیا کہ ذکر سر محمد اقبال صاحب جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے نہ نبی اپنے نہ اپنے نہ اپنے نہ اپنے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اس لئے انہوں نے یہ احتیاط مشورہ فرمایا کہ یہ بیان میں علامہ نے حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کو کمالِ ثور پر مستثنیٰ قرار دیا لیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کے ایسے عقائد نہیں ہیں۔ غرض حکیم امامت حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وفات کے بعد مسئلہ تکفیر المسیہین کی وجہ سے جماعت احمدیہ شائد میں دو محسوس میں بٹ گئی اور اختلاف ہو جانے پر مولانا ہوا سکلام آزاد نے اس وقت کتنی سچے کی بات لکھی تھی۔

ایک مرتبہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ نبی احمدی مسلمان ہیں گروہ مرزا صاحب کے دعووں پر ایمان نہ رکھیں بلکہ دوسرے گروہ صفات صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ تشریف کافر ہیں۔ تاہم

جس کی وجہ سے یورپ نے نام نہاد تہذیب میں بہت سی ترقیاں حاصل کیں۔ کچھ اس کی بنا پر
کو خود مل یورپ نے ثابت کر دیا ہے۔ مغربی تہذیب کی بنیادیں سنہ ۱۷۸۹ء کی فرانسیسی
صدیوں میں وہ دنیا میں قیام من گھڑے گوشاں رہا ہے۔ اسے سخت ناکامی کا سنا ہے
اس کی سلامتی کا اخصار اب محض سلام پر ہے۔ درہم دار میں یہ خوش قسمتی ہے کہ آج تک یہ تہذیب
کے ایک فرد کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایک طرف پریشانیوں کا فروغ دوسری طرف انہیں
کی طرف اشارہ کرے، ہمیں سے ایک غریب آدمی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے مقابلہ میں جو چاہیں وہ اپنے حق سے محروم
ہے۔ اس کے لئے جو چاہئے۔ ہمارے اپنے ملک میں یہاں تک کہ ہمارے ملک میں جو چاہئے
رہتے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نسبت دبا کر دیا جائے اور مسلمانوں کو بھیت
مسلمان ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ خوف میں جو رہا ہے۔ اس کو دیکھا جائے
ہے۔ اور کو کبھی ہندوستان سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ وہ صدیوں تک ہندوستان پر حکومت
ہے اور ہندوستانوں کے قیود پر اس کی حکومت ہمیشہ ہی رہے گی۔ آپ نے فرمایا کہ
”اس کے علاوہ ایک اور دنی خندہ نہیں اس وقت مسلمانوں کو دہلی سے ایک دروازہ میں سے بہرہ
ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی کوئی جد گاہ ہستی ہندوستان میں نہیں ہے۔ ایسے دگ بنے۔ کھڑے
اسلام کو رہا کر رہے ہیں۔ اسلام کی ملک میں جد گاہ ہستی ہے۔ اسلام رہا کر چکے۔
اس کی جد گاہ ہستی اس ملک میں رہے گی۔ اسلام کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ سلام خاب ہو رہے
گاہ۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ غریبوں کی غلامی میں رہا کر خاب ہو رہے گی۔
جو اب میں سر قبال سے کہاج۔ آپ کو معلوم نہیں آج ہمارے ملک کی طرف نہ ہندو مورہ ہی سبب۔ وہ
قوم جس کے یہ محکوم ہیں خود مسلمان ہو جائے گی جس کا ایک نہ ہندو بیوت نہ رہے ہیں موجود
ہیں۔ اسلام کی قومیں متحد ہو نہیں ہیں۔ ایک وقت تو رکھنا۔ آج قوم کا نہ ہندوستان
ہے اندر سے بھی گھٹتا ہے۔ رہا کر رہے ہیں اور ہندوستان سے اپنے آپ کو منور کر رہا ہے۔

ہیں لاہوری احمدیوں کو غیرت مند مسلمان جاننا ہوں

اقبال کا مطبوعہ خط

۱۱۴۔ ۱۹۳۲ء میں چوہدری محمد احسن صاحب نے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کو خط لکھا اور خط لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے بڑے بھائی حاذق محمد احسن صاحب حمیہ کا تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے ہے انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو بھی اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ اور سلسلہ کا تبلیغی شریعہ پھر بہم پہنچایا جس کے مطالعہ کے بعد مکتوب ریہ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب سے جنس دینی مسائل کا حل چاہا اور اس جماعت کے متعلق علامہ صاحب کی رسے دریافت فرمالیں اس کے جواب میں علامہ صاحب انھیں خط لکھتے ہیں۔

لاہور، ۲۰ اپریل ۱۹۳۲ء جناب من اسلام علیکم

”میں آپ کے بھائی تھنا سے بخوبی واقف ہوں وہ نہایت نیک نفس آدمی ہیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو کسی عالم سے یہ سواہر ت کرنے چاہئیں جو آپ نے مجھ سے کئے ہیں۔ میں زیادہ سے زیادہ آپ کو تشایا عقیدہ بنا سکتا ہوں اور ہاں میرے نزدیک مہدی مسیحیت اور مجہدیت کے متعلق جو اٹھادیث ہیں وہ ایرانی اور عربی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ سبزی تخیلات اور قرآن کی صحیح مپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔۔۔۔۔ باقی رہی تحریک احمدیت۔ سو میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں۔ ورنہ ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا سہرہ رہوں۔ کسی جماعت میں شریک ہونا یا نہ ہونا انسان کی ذاتی افتاد طبع پر بہت کچھ انحصار رکھتا ہے۔ تحریک میں شامل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ ہاں اشاعت اسلام کا جوش جو ان کی جماعت کے کثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے“ درمکتوب ”نام چوہدری محمد احسن۔۔۔۔۔ مکانیب قبال حصہ دوم صفحہ ۲۳ مرتبہ شیخ عطا اللہ، ناشر محمد اشرف لاہور ۱۹۵۵ء“

وَاكْثَرُ اَقْبَالِ كِي زِنْدَگِي كَا اَخِرِي دَوْرِ اَيْ صَرَفِ اَبَلِ قَاوِمِ كِي اَنْتِمْ

۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں واقعہ شد۔ بروز جمعہ ۱۲ شوال ۱۲۳۷ھ بمقام اٹھویں بدھ ٹکس دیہور۔ ایک مسلمان بہن نے
 دلہن کی کشتی میں لگا ہلکے پتھر نہ زیادہ کھپایاں گناہ سے سزا دی گئی کہ یا حضرت بہن! میں دوسرا کچھ
 خاتمہ لطیف گناہ رکھتی ہوں۔ سلام کی اس مبارک مجلس میں یہ مجھ کے بہت سے بھائی بہنیں شہید ہوئے
 ان میں سے ڈاکٹر سر محمد نبال، علامہ عبدالحق، میر حسن علی، خواجہ آصف مہر دت، ملک فیروز غلام دت اور
 مولانا سید ممتاز علی قابل ذکر ہیں (پیغام صلح)

۱۸۔ علامہ صاحب برہنہ تھے تو حضرت مولانا مہر علی صاحب ان کی حیات کے لئے شریفانہ ترس و تحت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ان کے سامنے جو شہادت دی وہ حسب ذیل ہے۔
”میں سر محمد اقبال کو اس وقت کا حواءِ دروں گا بڑھنوں نے فتورہ عامہ پر مجھ سے بیان کیا ہے۔
اکتوبر ۱۹۳۲ء میں ان کی حیات کے لئے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی سلسلہ تحریکِ حمیتِ پاکستان میں
میں نے میاں فضل حسین صاحب ان دنوں سیانکوٹہ میں وکالت کرتے تھے ایک دن میاں صاحب نے
صاحب کی ملاقات کے لئے مجھ سے ملے تھے جب میں نے ان سے معلوم کیا کہ وہ مرزا صاحب کی طرف
بارہ سبہ ہیں تو میں بھی سائیکل پر ابائی کچھ ایک حمیت سے گفتگو کے دوران میں میں نے مرزا صاحب
صاحب نے سوچا کہ آپ ان لوگوں کو جو آپ پر یونینس نے کانٹہ سمجھتے ہیں وہ مرزا صاحب کی سزا
بول اس لئے سزا نہیں، سر محمد اقبال کا بیان درود، اہل قادیان، مرزا، ماموں صاحب، قادیان
حضرت مرزا محمد علی صاحب کی دورانی شہادت ہے۔

”ایک مرتبہ ایک بہت بڑے شخص نے دیکھا کہ محمدؐ اپنے سہارا کو سنت محمدؐ کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے نہ بہت کم ہیں۔“
صاحب ہیں: (ختمہ ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء)

۱۹۱۰ء کو، ناچو بھوپال صاحب، ایڈیٹر لائبرٹ کے سامنے یازمہدات اقبال کی شہادت۔

میرزا سید عزیز نیازی صاحب سے میری گفتگو موفیہ دور رس گفتگو میں فوٹو کے ذریعہ۔ تصویر نے

عبدو القباں سے ہمیں یہ سے ترانے کا ذکر کیا تھا جس پر علامہ موصوف نے فرمایا کہ یہ نیک محبوب ہے اور نیک

ہے اسی طرح خاکہ وہ اپنے زمانے والوں کو کانٹ نہیں سمجھتے تھے وہ ہزاروں کے مجمع میں یہ شہادت دینے کو
 تیار ہیں اس کے علاوہ علامہ نے فرمایا کہ انھوں نے جو بیان اخبارت میں شائع فرمایا وہ موجودہ قادیانی
 کشمکش کے سلسلے میں پتہ جو قادیانی جماعت اور عہدہ مسلمان میں جاری ہے بہت طاقتور اور کئی طرف اس
 کا۔ دے تین نہیں تھا اور نہ ہی مرزا صاحب کے معتقدات پر تشہیر و متشہور تھا۔ اس سے قبل ہمارے معزز
 دوست راجہ حسن خیر صاحب نے بھی مجھ سے ہی فرمایا تھا کہ غلام اقبال سے انھوں نے گفتگو کی وہ
 علامہ کو ملنے لگے کہ ان کے بیان کا تاغوت۔ ہر سے کول تعلق نہیں اور نہ ہی مرزا صاحب کی شخصیت سے
 ورنہ کے سامنے وہ حدیث تھی جس کا نقشہ آج کی قادیانیت کی شکل میں دنیا میں ہیں جو رہا ہے
 دریاں مور، محمد عتیق صاحب پریئر بیت، پیار علی و غیرہ ۲۲
 ان شہادت کے شائع ہونے کے بعد علامہ ڈاکٹر مسٹر محمد اقبال اثر قبال سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ
 رہے اور انھیں ڈیڑھ سال تک آپ نے اور نہ ہی آپ کے باز مندوں نے جو ان شہادت کے شائع ہونے
 کے پچیس تیس سال بعد تک زندہ رہے ان کی تردید فرمائی۔

۲۔ ۱۷ مارچ ۱۹۲۲ء کی ڈائری میں لکھتے ہوئے سید ندیر نیاز نے صاحب نے لکھا۔

علامہ نے فرمایا دنا کے بارے میں سرسید احمد خاں نے مرزا صاحب نے انتہا کر دی۔ ہر سید
 کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دنا سے تخریب کیلئے قلب اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسری طرف مرزا صاحب
 کے جس کا کہنا تھا۔ دنا سے سب کچھ ممکن ہے۔ آپ دعا کرتے ہوئے عید چاہے جس سو جائے گا۔ مرزا صاحب
 بہاروی نے لکھا بات بات پر دعا کا اور دن سے بات بات پر دعا کی درخواست ہونے لگی۔ یہ بات نہ سمجھ
 دینے میں باؤں اشد تبصیر سلیم، ندیم غیث سے بحث و مناظرہ در حقیقت سلام پر اس کے یہ کہیں
 ایک چپہ تھیں جس نے دور کو مرزا صاحب کی طرف کھینچا یوں کہیں دعا جزو نماں ہے۔ (اقبال کے حضور
 شمشیں اور گفتگو میں جلد ۱ ص ۲۶)

اس میں کیا شک ہے کہ امام الزماں حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خدا تعالیٰ سے تعین کا
 سب سے بڑا فریاد دعا کو ہی تشہیر کیا ہے اور آپ کے متبعین کا کہی یہی ایمان و عقیدہ ہے کہ تمام کام دنیاوی
 سے سزا بھی ہو پاسکتے ہیں۔ اس لئے میں حضرت مرزا صاحب نے جہاں وہ بے شمار تہجد پر دین کے کام کئے
 میں ان میں سے ایک دن بھی ہے۔ علامہ نے حضرات صاحب جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے بالکل سچ کہا ہے۔

(۲۱) ”جہاں تک میں نے اس تحریک کی مثال سمجھا ہے مہدیوں کا یہ عقیدہ مسیحی کی موت ایک عام انسان کی موت نہیں اور رجعت مسیح کو یا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہو۔ خیال ہے یہ تحریک معنوی رنگ رکھتی ہے اور خبر مجاہد ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۱۰ء، صفحات ۴۴۷-۴۴۸“

اقبال کا دینی فکر اور اس پر احمدیت کا نمایاں اثر

۱۳۲-۱۳۳۔ ”اسلامان مند کے دل و دماغ پر بھی تصوف غالب ہے۔ وہ بیت کے تجلیات کے سمجھنے سے قاصر ہیں جس کو ایک معمول آدمی میں سمجھ نہیں ہے اگرچہ کچھ دیر پہلے ہو کر اس ملک میں اس کی عیدیں تو عابثاً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیت اور ثروت کے عین میں غرق ہیں۔ مگر یہ سمجھ سکیں“ (مکاتیب نقاب بنام خان بہادر لدین ص ۵۳)

”میں نے اعتقاد ہے کہ نئی کریم نہ آئے ہیں۔ اس میں نہ سنا ہوگا بھی اس طرح مستقبل پرستی ہے جس طرح صیٰ بنو اسرائیل تھے لیکن میں نے مسیح میں تو اس قسم کے متذکرہ کچھ کثرت کو دیکھا۔ اگر اس لوگ کی دستے خاموش رہتا ہوں (مکاتیب نقاب جلد دوم صفحہ ۲) کیا نہیں خاں کے رہے۔“

(ج ۱) ”زندگی سے روزِ زندگی بچھٹنے لگی نہیں۔ حضرت صدیق نے قرآن پاک کی آیت پڑھی۔ ”مدرخلت من قلہ اوسل و رعتی ہے“ (مکاتیب نقاب بنام خان محمد خان لدین ص ۱۰۷) کاش کہ مولانا نٹھ می کی دعا میں نہ آئے ہیں۔ انہوں پر دروہوں اتنے رحم نہ کر رہا ہے۔ اور مہدی مسلمانوں پر بناوٹ بے نیت گردیں“ (مکاتیب نقاب جلد اول صفحہ ۴۳)

”اصلی نہ صرف میں مانتا ہی کی جلد ہے شہر لوگوں کی دعا میں قبول ہوگی اور انھیں سے اصل الشریعہ کے خادم مانتی اور بدوز اور فانی اور کور جا، اور اس نے سمجھنے کی تھی نہ عید کے سہم کا اسی دین اور سہم کی تعلیم دروازوں کے سامنے سے نقاب کی عین دیباچہ کے ساتھ کہیں وہی سلوک کی جو خدائی کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ کیا کرتی ہے“

۲۳۔ ”مذہبی مسائل باختصوئ مذہبی مسائل کی مہم کے سے ایک خاص تربیت کے تحت مولیٰ سے فسوس مسلمانوں کی نئی پیراں سے بالکل کوری ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کو حق سے غریب تر دینی جو جانا اس مشیت کا باعث ہو ہے“ (مکاتیب نقاب جلد اول صفحہ ۴۴)

۲۴۔ مترخص کا یہ کہنا کہ اقبال اس دورِ ترقی میں جنگ کا حامی ہے غلط ہے۔ میں جنگ کا حامی نہیں ہوں نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معینہ سے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم سے جو جنگ کی طرف روئے تھیں۔ محاذِ ثانیہ اور متعلیٰ ثانیہ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب یہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے، اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے۔ دوسری صورت جس میں جہاد کا فکر ہے ۲۵۔ ۱۴۴۱ھ میں بیان ہوئی ہے۔ ان آیات کو غور سے پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ وہ چیز جس کو سیموئلی پور جمعیت اقوام کے اجلاس میں (LEAGUE OF NATIONS) کہتے ہیں قرآن نے اس کا سوال کس سادگ اور فصاحت سے بیان کیا ہے اگر گزشتہ زمانہ کے مسلمان مدبرین اور سیاست دان قرآن پر تہ بہ تہ کرتے تو اسلامی دنیا میں جمعیتِ اقوام کے بنے ہوئے سب صدیاں گزر گئی ہوتیں۔ جمعیتِ اقوام جو زمانہ حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ جیسا تک اقوام کی خودی قانونِ الہی کی پابندی ہو، منِ عالم کی کوئی بسیل نہیں نکل سکتی جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے کسی اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جو غرض کی شکلیں کے لئے جنگ کرنا اور اسلام میں حرام ہے۔ غلیٰ بذالشیاس دین کی شاعت کے لئے تو اور اٹھانا بھی حرام ہے۔

(مکاتیب، قباں جلد اول صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۴ بنام مولوی شمس احمد خاں صاحب دہلی)

۲۵۔ یہ سے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام اس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے اگر نہ وہ دن میں مسلمانوں کا مقصد بیابان سے محض نہ آدمی اور اقتصاد کی ہی پوری ہے۔ اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ جنگل کے قوم پرستوں کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ بات علی وجہِ بصیرت کہنا ہوں اور سیاسیات حاضرہ کے تقویر سے سے تجربہ کے مددِ ہندوستان کی بیابان کی روش جوں تک مسلمانوں کا تعلق ہے خود مرہب سلام سے ایک غمیم خطر ہے۔ یہ سے حیاں میں شدھی کا خطر جس قدر کے مقلبے میں کچھ وقعت نہیں رکھتا یا کہ یہ کہیں شدھی ہی کی ایک غیر محسوس صورت ہے۔ (مکتوب قباں جلد اول صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۴)

۲۶۔ خیر ایک احمدیت کے فلاں آپ کے آخری بیانات اس ہنگام سے، قرآن پیری کا نتیجہ تھے جو قادیانی قبیلہ صاحب کی عینیت سے ۱۸۷۱ء قادیانی شرع کے نام سے منسوب ہوا تھا۔ ڈاکٹر اقبال کے ایک نیازِ مند جناب یہ ذمہ یہ نیاز ہی جن کی شہادت اور پردہ راج کی جاچکی ہے۔ علامہ محمد قباں کی آخری عینیت

کی وفات کے بعد بنائے۔۔۔ جن کا حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 کے عت کر کے زور کا بھی واسطہ نہیں ہے، آپ کی ساری زندگی ان غلط عقائد کے خلاف جہاد
 کرتے آئے ہیں۔ علامہ محمد تقی صاحب کے مذکورہ بالا بیانات سے قارئین پر بھی طرح و طرح ہو گیا ہوگا
 کہ بنیاد مبنی محمود محمد صاحب غیبیہ جو علت قادیان کے علم تکفیر بلند کرنے سے قبل علامہ صاحب کے خیانت خریک
 احمدیست اور بنیاد احمدیہ کے متعلق بہت ہی چھپتے در ڈکھ صاحب حضرت مرزا صاحب در تحریک
 احمدیت سے کس قدر متاثر تھے لیکن مقبلا ناس عویسی رتہ نشی کا کہ علامہ زائد سے محمد تقی جیسی شخصیت بھی
 انہوں نے ہیکارہ سے مائل ہو کر حجت احمدیہ زور بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایسے مخافتہ بیانات بنائے
 کر کے زور اور حجت احمدیہ کے مال کر کے۔۔۔ آپ کی مندرجہ بالا تحریروں سے واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ صاحب
 میں کہ وہ صاحب ذی طور جماعت احمدیہ سے ہی دلت پناہ سے جب حضرت مولانا زائد بن صاحب
 سوانہ بن زائد میں جناب میں محمود محمد صاحب غیبیہ جو علت قادیان سے حضرت مرزا صاحب کی
 تہوں و خون موت مسووب ہوئے آپ کی بیعت نہ کر کے دوزخ کو کافر در در کافر سلامت نہایت قدر دیا۔
 جس کی ذمہ داری غیب احمدیہ دو جہتوں میں تقسیم ہو گئی۔

ان سے پہلے تو علامہ محمد تقی صاحب نے صرف حضرت مرزا صاحب در تحریک احمدیت کے دلائل
 میں سے تھے اور اپنے بڑے بیانیہ منطقی محمد صاحب کی تحریک بنانا حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں
 داخل ہو چکے۔۔۔ سستے۔ یہ تمام بیانات پھر پھر کہہ رہے تھے کہ ہر فرد فرد انسان معلوم کر سکتا ہے کہ جب
 تک جماعت احمدیہ میں تکفیر مسابین کے مسئلہ میں اختلاف نہیں ہو، اس وقت تک علامہ صاحب نے کوئی ایک چیز
 لی بھی مخالفت نہیں کی۔ مگر وہ زور اس بات سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ باوجود اس شدید مخالفت کرنے
 کے بھی علامہ محمد تقی صاحب نے، احمدیہ انہیں صاحب سلام زور کے سفر زائد میں سے اپنے درمیانہ
 ماسم و زور قیامت کر باطل نہیں مینور ہوا کہ جب بھی احمدیہ سے خلاف کوئی بات ہوئی تو انہیں دنگ
 نہ ہو جس کہ یہ مینور سے سخت خفتہ نہ مرزا صاحب کی طرف تھا اور نہ ہی جماعت احمدیہ کو رک دینا، آپ
 سے ہی زندگی کے آخری ایام میں ہی علت احمدیہ کے سفر زائد میں ان کے متعلق جو شہادت دی اس میں عقلمند
 نے سے ایک پہلو سے یہ ہے کہ نزدیک زور کی جو دلت میں بہت سے ہیں، افراد ہیں جن کو میں قیامت مرسلان کا
 ہونا در کی جماعت احمدیہ کی مساعی میں کافر در ہوں۔ شاعت اسلام کا دشمن جو ان کی جماعت میں پایا جاتا ہے قابل قدر

ان اشخاص میں ہر مسلمان کیسے غور کر کے کاٹا سے خود مر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب محبت کی نسبت
 ورنہ صاحب اس کا دن (یوم اقبال) منانے میں شریک ہوتا ہے۔ مدیر محمد اقبال تو بجا محبت کا یہ
 بورسے کٹر افراد کو بغیرت مند مسلمان ، شاعت اسلام کا جوش رکھے دے دے اور ان سے یہی سچا
 کا شمار کریں اور جو ان کے محبوب ہوں وہ جماعت احمدیہ یا ہر گروا اپنا نہ سمجھیں کیا اس عظیم انسان سے یہ
 محبت ہے۔ مدیر صاحب نے نہ صرف جماعت احمدیہ بورسے کٹر افراد کو اس درجہ کا مسلمان سمجھا ہے بلکہ
 کی جنس نشانیف اور غیرت میں خود و نہ تھا جس میں یا ختم میں اور وہیں ہوں یا ناس کی میں ان میں نہ
 کرام کو حضرت مرزا صاحب کے ہی علم و فکر کا رنگ قبلکنا نظر آئے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے مندرجہ ذیل تذکرہ
 ہر انسان اندازہ کر سکتا ہے۔

اقبال کے اشعار میں حرمت کا رنگ

۱۔ خدا تعالیٰ سے مظلومی کے تعلق فرماتے ہیں
 مثلِ کلیم ہو گر معرکہ آزم کوئی
 ب بھی درختِ نور سے آتی ہے بائیں تخت
 تیرے سفیر پہ تب تک نہ ہونزلِ کتاب
 گردِ گشت ہے نہ زخمی نہ صاحبِ کثاف
 بہ جبریل امیں ہم واسطہ نام
 رقیب نہ قاصد و درباب نہ در نام
 ہں جبریل امیں سے مقدم رہتا ہوں اور اس میدان میں تجھے کسی رقیب، پیامبر و درباب سے
 واسطہ نہیں پڑتا۔

۲۔ ازل سے تیری شہنشاہی جان من فرور برتری
 جہاں نام نہ تیرا کرد و کرد و مروتِ نجات
 سے خدا جو حقان تو شہنشاہ کی طرح میری روم پرنا ز کرتا سے میں نے ان کی مرد سے کہ وہ حق
 کے لئے ایک نیا جہان بنالیا ہے۔

۳۔ گر کوئی شعیب آئے سینہ
 سبیل سے کہیں در قدم
 ۴۔ حدیثِ حب و ہواں کے متعین غی در پیہر جز و نبوت نہ دے غنا و ہستوں گناہ کرتے ہیں
 میں کشورِ شمع کا بنی ہو کر دیا
 جہاں کی ہے میر سے بے بکر و جان
 نورِ مقصود اگر آدم کرنی است
 نہ ہو تو در راہِ ریب ہی است

”میں نے مجدد اور اسی طرح ”پیغمبر کا لفظ جہاں کہیں بھی علامہ کے لئے لکھا ہے وہاں ان الفاظ سے شرعی اصطلاح مراد نہیں لی بلکہ ان الفاظ کو ان کے لغوی معنی میں استعمال کیا ہے“ (سیرت اقبال صفحہ ۱۱) مستند مولوی محمد طاہر فاروقی (

تاریخ اقبال جناب ڈاکٹر خلیفہ بن اہلیکم صاحب نے علامہ صاحب کی تعریف میں ایک نظر لکھی ہے اس میں لکھتے ہیں۔

یہ شعر ہے کہتے ہیں جسے جزیرِ نبوت
یہ شعر حقیقت میں ہے پروردگارِ ہدایت
جس کا ہر کلام یا حکیم سکویں کئے
وہ مومن ہی نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے۔

عام ہے فقط مومن جاہلانہ کی یہ بات
جہاں تمام ہے مہرِ امان و مومن کی
تیرے عہدِ نبویوں افرشتہ و مہجور
کہ شاید تیرے و ماک ہے تو

علامہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ مومن : ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ، قرآن اور کتاب مرقوم ہے۔

یہ نہ کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
صنم کردہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
مردِ حق از آسمان افتد جو برق
نیکوۃ وہ ہے کہ پوشیدہ لائے میں ہے (بابِ جبریل)

بیزم ادشہر و دشتِ عرب و شرق
مردِ مومن بکلی کی طرح آسمان سے گرتا ہے اور اس کا بدنِ مشرق و مغرب کے شہر و جنگل ہوتے ہیں
ماہوۃ اندر غلامِ کائنات اور شریکِ اہتمامِ کائنات

نہ ابھی کائنات کی تاریکیوں میں ہیں اور وہ کائنات کے نظم و نسق میں شریک ہوتا ہے۔

ابو کلیم و مسیح و ادھیس اور محمدؐ اور کتاب اور جبریل (جادید نامہ)

وہ موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیمؑ ہوتا ہے نہ محمدؐ وہ قرآن وہ جبریل ہوتا ہے۔

ن تاریخی اشعار کی تشریح تاریخ اقبال جناب پروفیسر یوسف سلیم شیشی صاحب اس طرح کرتے ہیں
”نفع ہو کر آئیں، نویں اور دسویں بند میں اقبال نے درجہ اول کو جو فیضیں کیں ان کا

ابن مریم مرگیا یا زندہ جاوید ہے
آنے والے سے مسیح نامہری منقوسہ
ہیں صفاتِ ذاتِ حق سے جدا یا ہیں ذات
یا مجتہد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات
الہیات کے ترشے ہوئے لٹ دینا
یمنانِ جبار

ہندوستان کے انگریز حکمرانوں کی تعریف میں اقبال کے اشعار اور نظمیں

ملکہ دکنڈریہ کی وفات پر علامہ ڈاکٹر سید محمد اقبال صاحب نے (شاکِ خون) دس صفحہ کی کہ
مرثیہ لکھا اس میں لکھتے ہیں۔

میت اٹھی ہے شاہ کی عظیم کے لئے اقبال اڑ کے خاکِ سر را گز رہو
مندی کٹریہ کا انتقال ۲۲ رجنہ ۱۹۰۱ء کو ہوا۔ اتفاق سے اس روز عیدِ الفطر تھی اس لئے
ڈاکٹر صاحب نے لکھا۔

آں ادھر نشاطِ اُردو غم بھی آگیا
کہتے ہیں آج عیدِ موت ہے جو اگر ہے
اس روز رنج و غم سے تو آسان تھی یہی
وہ کا تو ذکر کما ہے کہ دل کا قرعہ بھی
مثلِ سموم تھی یہ خبر کس کی موت کی
تعمیمِ دہ کی آہِ مست ہشاہِ جاں بسی
اسے ہندوستان میں جاسے وہ گز گئی
دورِ جاں کی تاک بھی کیسی غنیمت تھی
سے بند تیرے سر سے اٹھا سایہِ غلہ
نقصا میں شعور دیدِ فوں با سے گمر
رجائیہ تو آج گئے مل کے تہہ سے
کل عید تھی تو آج محترم بھی گئی (باتیات اقبال ص ۱۷)
اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کو
محشر کی صبح ہو نہ گئی آشکار آج (باتیات اقبال ص ۱۷)
یہاں کس طرح سے ہوا بے قرار آج
گھڑا یہ دہنِ مینا کے لئے غم کے خارا ج
ماتہ کدہ بنا ہے دل و غدار بھی (باتیات اقبال ص ۱۷)
غز میں تری کر اسے دال گز گئی
انگشتِ می جو دل کے نیچے کی تھی گئی
کس ٹنگ ریت سے کیوں کی تھی گئی (باتیات اقبال ص ۱۷)
کا ند کو رشکِ باغِ گستاں کے ہوئے
سامانِ بحرِ یزیدی طوفان لئے ہوئے (باتیات اقبال ص ۱۷)

شہد و ہر جہاں میں کسی کی دانت کا
دوئی کتنی جن کی شان سے ہیروں کی آبرو
اسے کوہِ نور تو نے تو دیکھے ہیں تا جوہر
رستے ہیں تھو کوہِ دمنِ شہسار کی قسم
ہن کر چرخِ سار سے نہ اسے میں ڈھونڈھنا
تو کیا کسی پہ گوہرِ جاں تک نثار سکتے
ہلنا ہے جس سے عشق یہ رو نہ اسی کا ہے
جس کا دیوں پہ راج ہو مروتا نہیں کبھی
ذکوہِ نرِ ذک نامِ نیکو گدا شرت
مرحوم کے نصیبِ خوب جزیل ہو

بے سرِ درق سیاہ بیاصلِ جات کا
وہ آج کر گئے ہیں جہاں سے مفر کہیں
دیجھا ہے اسی طرح کا کوئی تا مور ہیں
اس شان کا ملا ہے بچے و زگر کہیں
کنہ میں بھی یسا جو اسے نثار کہیں
پیدا جہاں میں مروتے ہیں بے شہر ہیں
نہنت کتنی جن سے تھو کوہِ زوا کی ہے
یاں ہر رگِ درخشاں درخشاں گدا
سبے زندگی بھی جسے پروردگار گائے
ہاتھوں میں اپنے دامنِ عید تھیں ہو

انجمن حمایتِ اسلام کے جسٹس
ڈاکٹر کمرہ سرشتہ تعلیمِ پنجاب ڈسٹرکٹ شریف
نظم پڑھیں جس کے چنانچہ اذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

خوشا نصیب وہ گوہر ہے ریحِ زمیں بزم
وہ کون زیب دہِ تختِ صوبہ پنجاب
جو بزمِ اپنی ہے طاقت کے رنگ میں شین
اسی اصول کو ہم کہیا سمجھتے ہیں

کہ جس کی شان تھے آبروئے تاب و زہر
رحمتِ ہاتھوں کی نصیرِ عدل کی قہر
تو دریں گاہِ زور و وفا کی ہے نصیر
نہیں ہے غیر جہاں میں اکسیر

دسمبر ۱۹۱۱ء میں شہنشاہِ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقع پر یادگار کے طور پر "ہمارا واحد
نظم لکھ کر پڑھی۔

ہمارے اوجِ سعادت و آشکار اپنا
اسی کے دم سے ہے عزتِ ہمارے قوموں
اسی سے عہدِ وفا بندوں نے باندھا ہے
کہ تاجپوشی و اوجِ تاج و زہر
اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا
اسی کے خاکِ قدم پر ہے دلِ شاربنا

(باتیاتِ اقبال ص ۱۱۰) بخور و مفرانِ حور و شہر

جنگِ عظیم کے دوران سرمایہ کی ایڈوائس گورنر پنجاب کی فرمائش پر ایک نظم لکھی جو ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرہ میں پڑھی گئی جس کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

”اعلیٰ حضرت ملکِ معظم کے پیغام میں ہندوستان کا جواب۔“

اے تاجدارِ خطِ محبت نشانِ ہند
محکم تر سے قلم سے نظامِ جہاںِ ہند
ہنگامہ دغا میں میرا سر قبول ہو
تلوار تیری دہر میں نقادِ خیر و شر
رأیت تری سپاہ کا سرمایہ تلف
سلطنت سے تیری بختِ جہاں کا نظام ہے
آزادی زبان و قلم ہے اگر یہاں
تہذیب کا روبرو اہم ہے اگر یہاں
جو کچھ بھی ہے عطا کئے شد محترم سے ہے
دقت آگیا کہ گرم ہو میدانِ کارزار
اہلِ وفا کے جو ہر نہاں ہوں آشکار
تاجرِ کارزار ہوا در سپاہی کا زور ہو
دیکھے ہیں میں نے سینکڑوں ہنگامہ بند
فللِ صغیر بھی میرے جنگ گاہ میں مژد
پس کھل ہوں وفا کا محبت سے پھل مرا
ہندوستان کی تیغ ہے قلعہ ہشت باب
بے باک، تابناک، گہرِ پاک، بے حجاب
تیغ و نیزانہ اگر بے نیام ہو
اہلِ وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز
بردے میں موت کے ہے نہاں زندگی کا راز

روشن تجلیوں سے تری خاور ان ہند
تیغِ جگر شکاف تری پاسبانِ ہند
اہلِ وفا کی نذر محققہ قبول ہو
پہرہ زن، جنگ توڑ، جگر سوز، سینہ زور
آزادہ، پرکشادہ، پری زاد، ایم سپر
ذرت سے کا آفتاب سے ادنیٰ مقام ہے
سامانِ صلح دیر و حرم ہے اگر یہاں
خجر میں تاب تیغ میں دم ہے اگر یہاں
آبادیہ دیار ترے دم قدم سے ہے
پنجاب سے مخاطب پیغامِ شہر یار
معمور ہو سپاہ سے پہنا سے روزگار
غالب جہاں میں سلطنتِ شاہی کا زور ہو
صدیوں رہا ہوں میں اسی وادی کا رہ زور
ہوتے ہیں انکے سامنے شہرِ دہ کے رنگ زور
اس قول پر ہے شاہِ عادلِ عمل مرا
خونخوار، لالہ یار، جگر دار، برق تاب
دل بند، ارجمند، سحر خند، سیم ناب
دشمن کا سر ہوا در نہ سودا سے خام ہو
بے نور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز
سرمایہ حقیقتِ کبریٰ ہے یہ مجاز

مجھ تو موت ایک مقامِ حیات ہے قوموں کے واسطے یہ پیامِ حیات سے
 اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض خدمت بھی بے غرض ہے عقیدت بھی بے غرض
 عبد و ناذر و محبت بھی بے غرض تحتِ شہنشاہی سے عقیدت بھی بے غرض
 لیکن خیالِ نظرتِ انساں ضرور ہے بند و ستاں پہ لطفِ نمایاں ضرور ہے
 ”اخبار حق“ رسالہ ”ماہ“ کانپور اور ”ہندوستان اور جنگ عالمگیر“ مصنف کے ایل۔ بی۔ رام نے اسے شائع
 کیا۔ پھر (باقیاتِ اقبال صفحہ ۲۱۹ تا ۲۱۹) میں شائع ہوئی اور سب سے پہلے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے
 نے اسے پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں ترنم سے پڑھ کر سنایا۔

صرف نظم ہی میں نہیں نثر میں بھی علامہ مرحوم نے انگریز قوم کی تعریف کی ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں
 ”ہم میں سے بہت سے لوگوں کا اور میرا خود بھی یہی خیال ہے کہ انگلستان اس وقت
 اس مقصد کے حصول کے لئے تمام نئی نوعِ انساں کی قیادت کرنے کی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں کے
 لوگوں کی سوجھ بوجھ، ان کا انسانی نظرت کے گہرے مطالعے پر مبنی سیاسی شعور، ان کی منات
 مستقل مزاجی، مستند و لازم میں دوسروں پر ان کی اخلاقی برتری، اوی ذرائع پر ان کا حیرت
 انگیز انضباط، انسانی فلاح و بہبود کے لئے بہت سی تحریکوں کا وجود اور زندگی کے ہر شعبہ میں
 ان کی تنظیم۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ کوئی غیر ملکی ان کی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

(حرفِ اقبال صفحہ ۱۹۷) ۱۹۳۷ء

سرکار انگلشیہ کی مدد سرائی میں شاید علامہ اقبال مرحوم کو آخری وقت میں انوس تھا۔
 ”حضرت علامہ نے فرمایا غالب اتنی بہت بُرا شاعر تھا لیکن محض ہمنش میں اصفائے کے خیال سے
 سرکار انگلشیہ کی مدد میں قضا کر لکھا بُرے انوس کی بات ہے۔ غالب کی اس روکش سے
 بُرا دکھ ہوتا ہے“ پھر فرمایا: ”غالب کا کلام دراصل ناری ہی میں ہے۔ غالب کا ناری کلام
 پڑھے اور ضرور پڑھے۔ غالب کا ناری کلام بُرا چیز ہے۔“

پھر ارشاد ہوا ”غلامی بہت بُری نعمت ہے۔ غلامی زبان سے وہ کچھ بھی کہتا تو ہے
 جو انسان نہیں کہنا چاہتا والستہ اور نادالستہ بھی۔“ حضرت علامہ کو شاید انوس نفاک خود ان کی
 زبان سے بھی تو ایسے اشعار نکل چکے ہیں جن میں سرکار انگلشیہ کی مدد سرائی کی غمی ہے

یہ مجبوری تھی یا مفدوری جو کچھ بھی تھا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ حضرت علامہ شاید اس خیال سے خاموش ہو گئے۔ ہم بھی خاموش تھے۔ (از سید نذیر نیازی)

(اقبال کے منور شمس اور گفتگو کی حواصل ص ۲۶ مارچ ۱۹۳۸ء)

حرفِ آخر

علامہ مرحوم لکھتے ہیں۔

”ایک دفعہ کسی روحانی جذبہ کے زیر اثر آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو فرمایا: ”جاؤ اور لوگوں سے کہہ دو کہ جس شخص نے ایک دفعہ بھی زندگی میں اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ سمجھ لے کہ جنت میں داخل ہو گیا۔“ رسالت مآب نے کلمہ توحید کے دوسرے جز یعنی محمد رسول اللہ کو جس کے اقرار کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا واللہ ذکر نہ فرمایا اور اقرار توحید ہی کو کافی سمجھا۔“ (خلافتِ اسلامیہ مصلحتاً علامہ سر محمد اقبال ص ۱۶۹)

سب سے آخر میں آپ کے اس مضمون میں سے جو احمدیت کے خلاف معرکہ آلا راہنما گیا ایک اقتباس لکھ کر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے متعلق اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور یہ ہے۔

”جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے یعنی توحید اور ختم نبوت تو اس کو ایک راسخ العقیدہ مٹا بھی اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ خواہ فقہ اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت میں وہ کتنی ہی غلطیاں کرے۔“

(حرفِ اقبال، خطبات، تقاریر، بیانات ص ۲۵۲ امرتہ لطیف احمد شروانی ایم۔ اے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران کا یہی عقیدہ تھا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پراانا ہو۔ (نشانِ آسمانی ص ۳۷)

۱۲۔ "اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا مدعی نہیں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے۔"

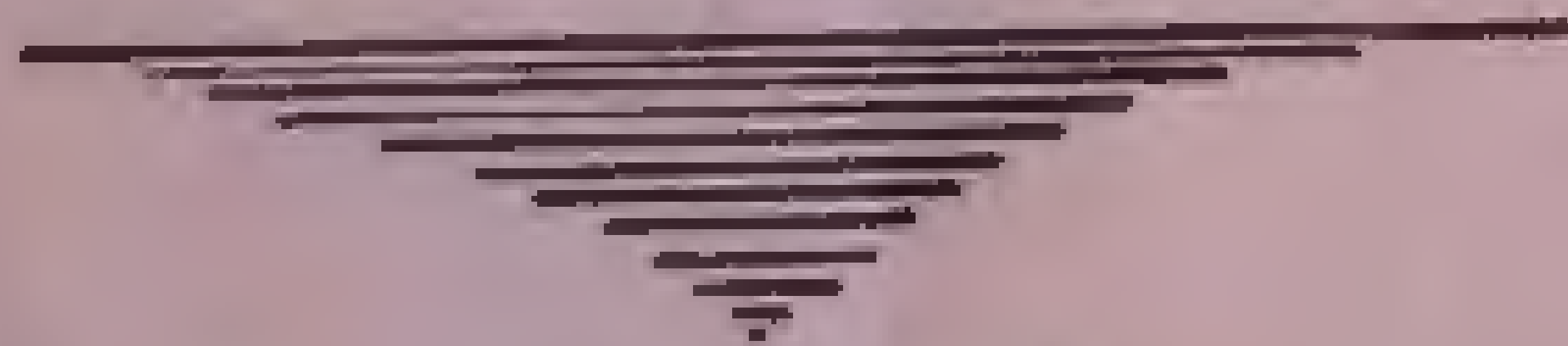
(مکتوب بنام مولوی احمد اللہ امرتسری الحکم ۲۴ جنوری ۱۳۲۵ھ)

۱۳۔ "اللہ وہ ذات ہے جو رب العالمین ہے اور رحمن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا۔ اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳)

۱۴۔ "اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو واحد لا شریک مانو اور ساتھ اُن کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقرہوں میں خلاصہ تمام امت کو سکھایا گیا کہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴)



• ناشر — احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی

• اشاعت — دسمبر ۱۹۸۵ء

• تعداد — ایک ہزار / ۱۰۰۰

• طباعت — اشوک پرنٹنگ پریس

۲۰۱ کھیت واڑی مین روڈ بمبئی

• کتابت — ایم عباس قاسمی جلالپوری